ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور



علامہ لطیف انور

امیرِ انجمن[1]

کون اٹھا انجمن سے انجمن افسردہ ہے
ضبطِ غم بے کیف ہے رنگِ سخن افسردہ ہے

آج کیوں میرے تخیل میں نہیں پروازِ نو!
آج کیوں میرے قلم کا بانکپن افسردہ ہے

ذکر کیا اک لالہ و گل کا، زباں کھلتی نہیں
کس طرف اُٹھے نظر سارا چمن افسردہ ہے

کون گوشے سے اُٹھے گا اب کوئی منصور دار
وقت لب بستہ ہُوا، دار و رسن افسردہ ہے

ہر نفس جس کا رہا تبلیغِ حق کا اہتمام
اس کے ماتم میں صداقت کا چلن افسردہ ہے

اب کہاں سے آئے گا بزمِ تصوّر میں سرور
آنکھ کیا پائے گی اب دل کی لگن افسردہ ہے

اب کہاں سے ہاتھ آسکتی ہے تنظیمِ خیال
شہر کا عالم ہے جیسے کوئی بن افسردہ ہے

موت کے اس فتنۂ تازہ کا کیا ہو انحصار
دم فضا کا گھٹ گیا چرخِ کہن افسردہ ہے

صدمہ جانکاہ ہے مرگِ امیرِ انجمن
ایک انور کیا کہ ہر فردِ وطن افسردہ ہے

•

[1] مفسّرِ قرآن حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ امیر انجمن خدام الدین لاہور

بشکریہ ماہنامہ تبصرہ

تعداد اشاعت ۱۵۳۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدّام الدّین لاہور

جلد ۷	۳۰ رشوال المکرم ۱۳۸۰ھ مطابق ۶ راپریل ۱۹۶۲ء	شمارہ ۴۹

محکمہ تعلیم و محکمہ جیلخانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ:۔ گیارہ روپے — ششماہی:۔ چھ روپے
سہ ماہی:۔ تین روپے — فی پرچہ:۔ ۲۵ پیسے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے۔

اداریہ

کیا پھر بہار آسکتی ہے؟

آج اس امر سے کون ناواقف ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا تشتت و افتراق میں مبتلا تھی۔ انسانیت انسانوں سے متنفر تھی قومیں آپس میں دشمنی کی سرحدوں کو پھاند رہی تھیں۔ ملک ملک کا دشمن ہو رہا تھا۔ افراد باہمی آویزشوں میں مبتلا تھے۔ پوری انسانیت پوری انسانیت کی دشمن بن چکی تھی۔ پورے عالم میں ایک آواز بھی ایسی نہیں تھی جو کہ انسانوں کو باہمی حقوق کی ادائیگی کی طرف دعوت دیتی۔ اس وقت کے بڑے سے بڑے انسان کی آواز اس تشتت و افتراق کی آگ پر بجھانے کے بجائے تیل کا کام کر رہی تھی۔ اس ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (تہ بتہ اندھیروں) میں ایک آواز محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالٰے کی طرف سے بلند فرمائی۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ "اے انسانو! اپنے رب کے محاسبہ سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے"۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلکم من آدم و آدم من تراب تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں سرخ و سفید رنگ کی اقوام کو سیاہ اقوام پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عربی کو محض عربی ہونے کی وجہ سے کسی عجمی پر کوئی فوقیت ہے۔ ہر ایک انسان پر دوسرے انسانوں کے حقوق ہیں۔ یہاں تک کہ درختوں اور نباتات کے بھی تمہارے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔

یہ آواز اس فضا میں ایک اجنبی آواز تھی۔ دل و دماغ اس آواز سے بالکل ناآشنا ہو چکے تھے۔ گو یہ آواز عرب کے ریگستانوں سے اٹھی لیکن عرب کے پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے نہایت قلیل عرصہ میں تمام عالم میں گونجنے لگی۔ اس نے اقوام عالم کے دلوں پر دستک دی۔ بادشاہوں کو چونکایا، خودسر انسانوں کو جھنجھوڑا۔ لیکن اس وقت انسانیت کچھ اس طرح بے لگام اور بے بسری ہو رہی تھی کہ اس نے خود اپنی طاقت اس آواز کے ختم کرنے پر صرف کر دی۔ بادشاہوں نے صدیوں سے منظم طاقتیں، قوموں نے اپنی قوتیں خود اپنے شہر، محلّے اور گلی کے رہنے والوں نے اس آواز کو ختم کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو ختم کر دیا لیکن خدائی آواز کو نہ دبا سکے

اس فضا میں کچھ سعید روحیں ایسی بھی تھیں جن میں اس آواز کی قبولیّت کی صلاحیتیں موجود تھیں انہوں نے اس آواز کو سنا اور اسے اپنے دل میں جگہ دی۔ البتہ جن چند پاک فطرت انسانوں نے اس آواز کو قبول کیا وہ دوسروں کے مظالم کے تختۂ مشق بن گئے۔ لیکن دنیا کا کوئی ظلم ان کو راہ حق سے نہ ہٹا سکا۔ وہ سمجھ گئے کہ اس دنیا میں اللہ تعالٰے نے ہمیں بھیجا ہے اور اسی کے احکام کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔ ہم کو مرنے کے بعد اللہ تعالٰے کے پاس جانا ہے۔ اس دنیا میں وہی انسان برتر ہوں گے جو سب سے زیادہ اپنے رب کے احکام کے سامنے سر جھکانے والے ہوں گے۔ چند سالوں میں سیاہ و سفید، عرب و عجم، بوڑھے جوان انسانوں کی ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جس میں عربی قوم کا سردار ایک حبشی غلام کو اس وجہ سے کہ وہ اپنے رب کا انتہائی فرمانبردار ہے اپنا سردار کہہ کر پکارتا ہے ہر ایک فرد ایثار و قربانی کا مجسم پیکر نظر آتا ہے آخری سانسوں میں بھی وہ پانی کے گھونٹ پر جس کا وہ خود انتہائی درجہ محتاج ہے اپنے جیسے دوسرے بھائی کو ترجیح دے کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرتا ہے۔ انہیں خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے میں راحت محسوس ہوتی تھی۔ خود داعیٔ حق صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مہینوں آگ نہیں جلتی تھی۔ محض کھجور اور پانی پر

باقی صـ۱۸ پر

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۱؍شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۹؍مارچ ۱۹۶۲ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ مدظلہ نے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا (نائب مدیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

ذکرِ الٰہی سے غفلت کا نتیجہ

وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَہٗ شَیۡطٰنًا فَهُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ ٥ وَ اِنَّهُمۡ لَیَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ وَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ٥ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ ٥ وَلَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّکُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ

(سورۃ زخرف پ ۲۵ رکوع ۴)

ترجمہ:- اور جو کوئی آنکھیں چرائے (منہ موڑے) رحمن کی یاد سے ہم اس پر مقرر کردیں ایک شیطان پھر وہ رہے اس کا ساتھی - اور وہ اُن کو روکتے رہتے ہیں راہ سے لوگ یہ سمجھتے ہیں - کہ ہم راہ پر ہیں - یہاں تک کہ جب آئے ہمارے پاس کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا کہ کیا بُرا ساتھی ہے - اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے اس بات سے کہ تم عذاب میں شامل ہو -

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے - جو اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں کرتے قرآن مجید میں "ذکر" سے مراد بعض مرتبہ خود قرآن مجید اور بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے -

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد بالکل نہیں کرتے یا ذکر الٰہی کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے - اور جو لوگ ۲، ۴ سال ذکر الٰہی کرکے چھوڑ دیتے ہیں - کہ اب اس کی ضرورت نہیں - اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں - کہ ہم اُن کے ساتھ ایک شیطان مقرر کردیں گے - جو اُن کو ذکر الٰہی سے روکتا رہے گا - اور اُن کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا رہے گا - اور یہ شیطان دوزخ تک اُن کے ساتھ رہے گا -

چونکہ وہ شیطان اُن کو نیکی کی راہ سے روکتے رہتے ہیں - اس لئے اُن کی عقلیں اتنی مسخ ہوجاتی ہیں - کہ وہ سمجھتے ہیں - کہ ہم ہی ٹھیک راستہ پر جا رہے ہیں -

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمدؒ فرماتے ہیں - کہ جو لوگ ذکر الٰہی نہیں کرتے اور دوسروں کو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں - وہ اپنے آپ کو فائدہ میں سمجھتے ہیں - ان کو نیکی اور بدی میں تمیز نہیں رہتی -

جب یہ لوگ خدا کے ہاں پہنچیں گے تو حسرت اور غصہ سے کہیں گے - کہ کاش ہمارے اور تمہارے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا اور ایک لمحہ بھی تیری صحبت سے نہ گزرتے - کمبخت اب تو ہم سے دور ہو

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں - یعنی دنیا میں شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے - اور وہاں اس کی صحبت سے پچھتائے گا - اس طرح کا ساتھی شیطان کسی کو جن ملتا ہے اور کسی کو آدمی -

جو لوگ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں - ان کے متعلق اللہ تعالیٰ پ ۲۲ میں فرماتے ہیں -

وَالذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا

اور جو مرد اور عورتیں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے - دعا کرتا ہوں - کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے - اور جو لوگ ذکر الٰہی نہیں کرتے - اور دوسروں کو روکتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اور ہم سب کو استقامت عطا فرمائے -

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں - مَنۡ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ جس نے جماعت کو چھوڑا وہ دوزخ میں گیا - اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرتؒ کی وفات کے بعد مجلسِ ذکر صبح کا درس - جمعۃ المبارک اسی طرح جاری ہے - آپ اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنی یاد کا موقع دیا ہے - حضرتؒ کی جماعت کو نہ چھوڑیں - اُن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں ہر جمعرات کو مجلسِ ذکر میں شامل ہوں - قرآن پاک کا درس سنیں - ان نیک مجالس سے پیچھے ہٹنے کی فکر نہ کریں -

حدیث شریف میں آتا ہے - فرمایا کہ مومن کے پاس قبر میں ایک حسین و خوبصورت آدمی آتا ہے - اور کہتا ہے - کہ میں تمہارا نیک عمل ہوں - اور جو ذکر الٰہی کو دنیا میں چھوڑتا ہے - اور دین اسلام کی کوئی پروا نہیں کرتا - بُرے اعمال کرتا رہتا ہے - اس کے پاس ایک بد صورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہے - کہ میں تمہارا عمل بد ہوں - اور وہ بھی اسی کے ساتھ رہتا ہے - وہ چھٹکارا حاصل کرنا چاہے گا - تو چھٹکارا حاصل نہ کرسکے گا

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ٥ (سورۃ النحل پارہ ۱۴ رکوع ۱۳)

ترجمہ - جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت وہ ایمان پر ہو - تو ہم اس کو ایک زندگی دیں گے - اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے حق اُن کا بہتر کاموں پر جو وہ کرتے تھے

سب سے بڑا نیک عمل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لانا ہے - اللہ تعالیٰ کی ذات کو وحدہ لاشریک لہ مانے - کسی کو اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے - اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو نفع و نقصان کا مالک سمجھے اور اُسی پر بھروسہ رکھے

(باقی ص ۱۲ پر)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

(۱)

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کے وصال پر مشائخ عظام اکابر ملت اور مختلف اخبارات نے جن خیالات و تاثرات کا اظہار کیا ہے انہیں ایک مضمون یا فیچر کی صورت میں مرتب کرنے کی حقیر کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے قارئین اسے پسند کریں گے۔

ڈاکٹر مناظر حسین نظر

بڑے بڑے انسانوں کے دل موت کی سنگینی کے آگے چھوٹ گئے۔ کئی آبدار موتی اس نے اچک لئے، کتنے ہی گنجہائے گرانمایہ زیر زمین ہوگئے، اور حسن و جمال کی کیسی کیسی مورتیں پیوند خاک ہو کر لالہ و گل کے روپ میں نمودار ہوئیں ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

دنیا میں جو آیا ہے جانے کے لئے، جو نقش ابھرا ہے مٹنے کے لئے، چشم بینا موجودات کے ہر ذرہ کی پیشانی پر كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا نوشتۂ ازل کندہ دیکھتی ہے۔ انبیاء ہوں یا اصفیا، معرفت الٰہی کے طلبگار ہوں یا فریب مادیت کے اسیر، سائنس کی تحقیقات پر فدا ہونے والے ہوں یا مشاہدۂ جمال حقیقی پر مر مٹنے والے تسلیم و رضا کے اجالے ہوں یا سرکشی و عدوان کے اندھیرے، اتقا کے چلتے پھرتے نمونہ ہوں۔ یا گناہ کی متحرک تصویریں، زاہدان شب زندہ دار ہوں یا بادہ نوشان قدح خوار، فلسفی ہوں یا غیر فلسفی، عالم ہوں یا عامی، گودڑیوں میں رات بسر کرنے والے ہوں یا محلوں میں لمبی تان کر سونے والے، شاہان باصفا ہوں یا گدایان بے نوا، غفلت آرام کوشی کے خوگر ہوں یا مجاہدہ کے پیکر، رہ نوردان جادۂ شریعت ہوں یا سالکان راہ طریقت، سب کو ایک دن كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی شہادت دینا ہے۔ قضاء مبرم ہے۔ ٹل نہیں سکتی۔ سنت الٰہی ہے۔ جس میں تبدیلی کا شائبہ بھی وہم و گمان سے خارج ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔

لیکن بعض اوقات قدرت خداوندی لوگوں کو ایسے ایسے دل و دماغ عطا فرما دیتی ہے۔ اور وہ فطرت کی ودیعت کردہ نعمتوں سے اس قدر مالا مال ہوتے ہیں۔ کہ یہ لوگ جب موت کے اندھیرے میں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ تو زندہ لوگوں کی زندگیوں پر موت کے سایے کانپنے لگتے ہیں۔ دنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔ اور عوام ہی نہیں مایہ ناز خواص بھی ان کی جدائی سے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سراج الاولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ کے سانحہ ارتحال پر قطب العالم غوث الاغواث امام دوران شاہ عبدالقادر رائے پوری دامت برکاتہم نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"حضرت اقدس سیدی و مولائی حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خبر وصال سن کر سخت صدمہ ہوا۔ حضرت مرحوم بہت ہی بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ہمیں اس بات کا شدید صدمہ ہے۔ کہ وہ ہم سے اوجھل ہوگئے مگر کیا کریں۔ یہ بات ایک نہ ایک دن سب کو پیش آنے والی ہے۔ سب کو اسی راستہ سے گزر کر اپنے مولائے حقیقی کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ اور اصل محل لقا جس کے بعد فراق نہیں اُس کے واسطے اس راستہ سے گزرنا ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہم کو بھی خاص الخاص قرب سے نوازے۔ اپنے انعامات خصوصی سے یکجا اپنے اکابر کے ساتھ جمع ہونے کی سعادت بخشے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے"

(مولوی جمیل احمد صاحب ابھی ابھی رائے پور (ہندوستان سے تشریف لائے ہیں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت رائے پوری مدظلہ العالی نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وصال سنی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ "خدام الدین" میں درج شدہ تفصیلات پڑھ کر سنائی گئیں۔ تو گریہ کا یہ عالم ہوا۔ کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور اس قدر بیقرار ہوگئے کہ فرمایا "مجھے فوراً لاہور لے چلو" ڈاکٹر ڈاکٹروں کا مشورہ آڑے نہ آتا تو حضرت اقدس لاہور پہنچ گئے ہوتے)

یہ تاثرات اُس شیخ کبیر کے ہیں۔ جس کی نظیر اس وقت ہند و پاک میں موجود نہیں۔ اور جس کی تربیت کی کٹھالی میں ڈھل کر بطل حریت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ اور سید الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ایسے نفوس قدسیہ رزم گاہ ہستی کے افق پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔

اگر شاہ جیؒ زندہ ہوتے۔ تو شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کی یاد میں تصویر درد بن جاتے اور کچھ اس انداز سے خراج عقیدت ادا کرتے "بھائی کیا کہوں! صحابہ کا قافلہ جا رہا تھا۔ احمد علیؒ اُس کی عظمت کا سراغ دینے کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔ افسوس وہ بھی ساتھ چھوڑ کر آگے نکل گئے۔" پھر درد بھری آواز اور رقت انگیز لہجہ میں "اب کہاں دنیا میں ایسی ہستیاں" کا مصرعہ اٹھاتے اور اشکوں کی لڑیاں پرونے بیٹھ جاتے۔

کیوں نہ ہو! شاہ جیؒ جس بابرکت قافلہ کے حدی خواں تھے سیدی احمد علیؒ اُسی کاروان مقدس کی آخری نشانی تھے۔

شاہ جیؒ حضور سرور کائناتؐ کی ختم المرسلینی کے پاسبان تھے۔ اور سیدی احمد علیؒ کا وجود خود عقیدۂ ختم نبوت کی صداقت کی مجسم دلیل تھا۔

اسلام شاہ جیؒ کی زبان سے بولتا تھا اور سیدی احمد علیؒ چلتا پھرتا اسلام تھے چشم حقیقت نے جب کبھی حضرت شیخ کو بساط ارضی پر چلتے پھرتے دیکھا۔ یہی محسوس کیا۔ خدا کی زمین پر اللہ کا دین ٹہل رہا ہے۔

شاہ جیؒ اور عشق قرآن ایک ہی کیفیت کے دو نام تھے۔ اور شیخ التفسیر اس کی جامع اور اکمل تصویر۔ حضرت کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اوڑھنا

بچھونا، سکوت اور تکلم، جلوت اور خلوت نہیں نہیں... زندگی کی ہر حرکت اور زندگی کا ہر گوشہ قرآن ہی کا عکس جمیل تھا۔

کسی کا یہ جملہ "قرون اولیٰ کا قرآنی پیکر دیکھنا ہو۔ تو لاہور میں مولانا احمد علیؒ کی زیارت کرو" حضرتؒ کے کس قدر مناسب حال ہے۔

حضرت شیخؒ اس گئے گزرے دور میں دینی صداقتوں کی جیتی جاگتی مثال تھے ان کا وجود آیات اللہ میں سے تھا۔ ان کی زندگی علم و فضل، جہاد و عمل، زہد و اتقا، استغناء و توکل محبت و شفقت اور عفاف و پاکبازی کی ایک ایسی مرتب اور مبسوط کتاب تھی، جس کی ہر سطر مشعل ہدایت اور مینار نور ہے۔ بیس پچیس سال نہیں، نہ چالیس پچاس برس بلکہ پوری پون صدی اللہ کے برگزیدہ بندہ نے اپنی گھریلو اور بیرونی زندگی میں، جلوت و خلوت میں، نشست و برخاست میں، سونے اور جاگنے میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس مبارک و مسعود سنت کی خاموش تعلیم دی۔ اب اس کی مثال مشرق و مغرب کی وسعتوں اور جنوب و شمال کی پہنائیوں میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔

اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

یہ کامل و مکمل انسان کس پایہ کا تھا

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں

وہ آدمی تھا مگر دیکھنے کی تاب نہیں

اس کے اٹھ جانے سے ملک و قوم پر کیا بیتی اور کیا گزرے گی۔ اس کے تلامذہ میں کس کس درجہ کے لوگ ہیں۔ اس کی توجہات روحانی اور فیوض باطنی سے کس کس مقام کے یگانۂ روزگار سپہر علم و عمل پر مہر و ماہ بن کر چمکے، شریعت و طریقت کے جنت نظیر گلستانوں میں کیسے کیسے پھل پھول اس نے کھلائے۔ اور اس کی زندگی کن عوامل و کردار کی آئینہ دار تھی۔ عصر حاضر کے مرد جلیل صاحب قلم فاضل یگانہ اور قدوۃ السالکین مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے زبان قلم سے سنیئے!

آپ جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ کو اظہار تعزیت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ناچیز عرب کے ایک سفر پر تھا۔ واپسی پر تاخیر سے سانحۂ عظیم کی اطلاع ملی۔ اس سے دو تین روز قبل حضرت کا دستخطی مکتوب گرامی ملا تھا اور آنکھوں کو اس سے پر نور بنایا تھا۔ کیا خبر تھی کہ اب اس سعادت کا سلسلہ موقوف ہے۔

کن الفاظ میں آپ کے فخر روزگار پدر بزرگوار، برکتہ العصر، بقیتہ السلف، داعی الی اللہ ترجمان القرآن، ناشر سنت، مبلغ توحید، نائب رسول برحق کی تعزیت کروں کہ جانے والا صرف آپ کا باپ ہی نہ تھا ہمارا بھی روحانی باپ اور مربی تھا۔ یہ صدمہ ایسا ہے کہ اس میں حضرت کے سب پروردۂ نعمت اور وابستگان دامن دولت شریک ہیں۔ ان کا تو غم نہیں کہ وہ دارالاکرار والاحزان سے دارالنعیم کو تشریف لے گئے فکر اور غم اس ملک، و قوم کا ہے۔ جو ان کے مبارک وجود سے جو ہزاروں فتنوں اور خطروں سے حفاظت کا ذریعہ تھا محروم ہوگئی۔ اللہ تعالےٰ اس پر فضل فرمائے ولا تضلنا بعدلا اسی ہی موقع پر فرمایا گیا ہے۔

اپنے ایک دور افتادہ لیکن اپنے باپ کے احسانات سے گرانبار اور اپنی کوتاہیوں سے شرمسار بھائی کی دلی تعزیت قبول فرمائیں اور اس کو اپنا بھائی سمجھ کر خود بھی تعزیت و ہمدردی کا مستحق سمجھئے اور صبر کی تلقین کیجئے

بر کریما کارہا دشوار نیست"

بہت کم لوگ اس حقیقت حال سے واقف ہیں۔ کہ مولانا سید ابوالحسن علی مدظلہٗ حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ کے تربیت یافتہ شاگرد رشید اور سلسلہ قادریہ راشدیہ میں آپ کے مجاز ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے چار خلفاء قطب العالم حضرت مولانا حبیب اللہ مدظلہٗ (ابن اکبر شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ)۔ مولانا محمد بشیر صاحب پسروری مدظلہٗ۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہٗ اور مولانا ابوالحسن صاحب مدظلہٗ کو خاص استصواب و تائید غیبی سے جو مختلف مواقع میں لاہور۔ حرم کعبہ اور زیارت روضۂ سید دو عالمؐ کے دوران حاصل ہوئی خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا۔

یہ چاروں حضرات اولیاء اور بیسیوں دیگر خلفاء حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات دینیہ اور فیوضات روحانیہ کے امین ہیں۔ اللہ ان سب کو قائم و دائم رکھے۔ اور وہ لاکھوں نقوش جو یادگار شیخ علیہ الرحمۃ کی صورت میں صفحۂ ارضی پر بکھرے ہوئے ہیں تا ابد چمکتے رہیں۔

اے اللہ! حضرت اقدس علیہ الرحمۃ کا مشن رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے۔ اور آپ کی امنگوں۔ آرزؤں اور امیدوں کا مقدس چمن پھلا پھولا نظر آتا رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حضرتؒ اس دنیا سے چلے گئے۔ مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے فکر و نظر کا چشمۂ صافی جس کی سوتوں سے کروڑ ہا تشنہ دہانوں نے آب حیات کا مزہ پایا۔ ایکا ایکی دارالنعیم کی وادی میں داخل ہوگیا۔ حکمت قاسمی، فراست محمودی، فکر عبیداللہی کا آفتاب روپوش ہوگیا عشق مدنیؒ کی قندیل بجھ گئی، امام دین پوری کا مرقع جمال اور قطب الاقطاب امروٹی کا پرتو جلال بارگاہ ایزدی میں باریابی سے ہمکنار ہوا، ایک فقید المثال ادارہ چل بسا۔ اور ...... مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری مدظلہٗ کے الفاظ میں "قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علیؒ کی وفات حسرت آیات سے پاکستان کے مذہبی و روحانی آبادی یتیم ہوگئی اور تقسیم ملک کے بعد جو بزرگ ہستی ہمارے حصہ میں آئی تھی ہم سے جدا ہوگئی"

ایک دنیا اجڑ گئی۔ عالم حسرت کدہ یاس و غم بن گیا۔ لاہور نے سر جھکا دیا۔ کہ اس کی عظمت کے طاق پر جلتی ہوئی شمع گل ہوگئی تاریکی نے ڈیرے ڈال دیے۔ اندھیرے نے چادر پھیلا دی۔ علم و عرفان سرپیٹ کر رہ گئے اور اسلام کے مایہ ناز فرزندوں نے دلوں کے پرچم جھکا دئے۔ کہ دور حاضر کا جنید و بایزید رحمت خداوندی کی آغوش میں جاتا ہے

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین یادگار سلف میاں عبدالہادی صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دین پور شریف (فرزند اکبر شیخ المشائخ حجۃ اللہ فی الارض صدیق دوراں خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"جنید وقت وحید عصر مفسر قرآن اعلحضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہم روحانی طور پر یتیم ہوگئے ہیں۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جب وہ لاہور بسلسلہ تعزیت تشریف لائے تو گریہ کا یہ عالم تھا۔ کہ پاس بیٹھنے والے بھی ضبط نہ کرسکتے اور بے اختیار آنسوؤں کے سیل میں بہہ جاتے۔ ع

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اپنے طریق اور سلسلہ قادریہ راشدیہ کی روایات کے مطابق حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ کی روحانی جانشینی کی رسم دستار بندی ادا کرنے کے بعد واپس دین پور شریف روانہ ہونے لگے تب بھی یہی کیفیت طاری تھی۔ اور حضرت شیخؒ کے مزار مقدس کو خطاب کرتے زبان حال سے صدا دیتے ہوئے سنائی دیتے تھے۔

ہے یقین مجھ کو زمانے کی فضا رو دے گی

ہاں لکھو نے تری تربت یہ فضا رو دے گی

خطبہ یوم الجمعہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۳۰ر مارچ ۱۹۶۲ء

یہ خطبہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے کوئی سات برس قبل تحریر فرمایا تھا جسے اسی وقت حضرت موصوف نے پڑھا تھا۔ اسی جمعہ احقر نے اس خطبہ کو دوبارہ پڑھا اور اب اسے شائع کیا جاتا ہے (احقر عبید اللہ انور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

قرآن مجید میں زبردست انقلابی طاقت ہے

قولہ تعالیٰ:- وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ

(آل عمران رکوع ۱۱ پ ۴)

ترجمہ - اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو- اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو- جب کہ تم آپس میں دشمن تھے - پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے - اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تمہیں اس سے نجات دی اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

سرسری نظر

اس آیت پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لانے والوں میں یہ انقلاب آیا - کہ جو لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے - دوست بن گئے - اور جو لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے تھے - وہ بہشتی ہوگئے -

مزید تفصیل

اگر غور کرکے دیکھا جائے - تو یہ چیز بآسانی معلوم ہوسکتی ہے - کہ ان میں کون کون سے گناہ تھے - جن کے باعث وہ دوزخ کے کنارہ پر پہنچے ہوئے تھے -

پہلا شرک و بت پرستی

قولہ تعالیٰ:- سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا

(سورۃ الانعام رکوع ۱۸ پ ۸)

ترجمہ - اب مشرکین کہیں گے - کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے -

قولہ تعالیٰ - وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰھُمْ مَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ

(سورۃ الزخرف رکوع ۲ پارہ ۲۵)

ترجمہ - اور کہتے ہیں - اگر رحمان چاہتا - تو ہم انہیں نہ پوجتے انہیں اس کی کچھ خبر نہیں - وہ محض اٹکل دوڑاتے ہیں -

مولانا حالی کی شہادت

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیلؑ اک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا
قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہُبل تھا - کسی کا صفا تھا
یہ عُزا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر بنا اک خدا تھا

دوسرا کفر

کفر سے یہ مراد ہے - کہ احکام الٰہی کے تسلیم کرنے سے انکار کرنا -

قولہ تعالیٰ - وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ (سورۃ السبا رکوع ۴ پارہ ۲۲)

ترجمہ - اور کافر کہتے ہیں ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے - اور نہ اس پر جو اس سے پہلے موجود ہے

تیسرا اخلاقی تنزل

قرآن مجید پر ایمان لانے سے پہلے ان کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر تھی۔

قولہ تعالیٰ:- وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ پ ۹)

ترجمہ - اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں - اور کان ہیں - کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں - جیسے چوپائے - بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں - یہی لوگ غافل ہیں۔

مولانا حالی کی شہادت

قبل از بعثت ان کی حالت

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے!
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

قبل از بعثت ان کی خونخواری

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھے شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جاکر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

قبل از بعثت ان میں جُوا بازی اور شراب خوری

جو ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بُری تھی

قرآن مجید کی برکت سے انقلاب

قرآن مجید پر ایمان لانے اور اسے اپنا دستور العمل بنانے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی برکت سے انہیں لوگوں میں ایسا انقلاب آیا۔ کہ خدائے قدوس وحدہ لاشریک کے دربار سے بھی ان کی تعریف ہونے لگی۔

قولہ تعالیٰ:۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (سورۃ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴)

ترجمہ۔ تم سب امتوں سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

پہلے کیا تھے

جو نقشہ ان لوگوں کا مولانا حالی کی زبان سے آپ سن چکے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں شر امۃ کہا جائے۔ تو بعید از قیاس نہیں تھا۔

اب کیا بن گئے

اب اللہ تعالیٰ نے (خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کا لقب عطا فرمایا ہے یعنی جتنی امتیں اصلاح خلق اللہ کے لئے دنیا میں بھیجی گئی ہیں۔ ان میں سب سے بہتر یہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔

اس امت کے محاسن

۱۔ سب امتوں سے بہتر امت ہے۔
۲۔ لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے ہیں تو یہی ہیں۔
۳۔ برائی سے روکنے والے ہیں تو یہی ہیں
۴۔ اصلی۔ کھرے اور سچے ایماندار ہیں۔ تو یہی جماعت ہے۔ (یہ الفاظ ہیں جو اس لئے استعمال کئے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہ جن لوگوں کے ایمان کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان کے حق میں یہ الفاظ موزوں ترین ہیں)

ان کے انقلاب کا نقشہ مولانا حالی کی زبان سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گُر ان کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا

فاعتبروا یا اولی الابصار

برادران اسلام۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ آج ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن مجید ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں موجود تھا۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے اندر آج بھی وہ تاثیر موجود ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے موجود تھی۔ اور اس پر عمل کرنے والوں کی امداد کے جو وعدے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے کئے تھے۔ آج بھی وہ وعدے اس پر عمل کرنے والوں کے لئے موجود ہیں۔

پھر کمی کس چیز کی ہے

کمی اس چیز کی ہے۔ کہ آج کل کے مسلمان سارے کے سارے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہے۔ جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کی مخالف ہے ان کا یہ مقولہ ہے۔ کہ ہم ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا ملا کے پاس کمیونزم ہے۔ یا سوشلزم ہے ملا کے پاس قرآن مجید ہی تو ہے۔ یا اس کی شرح حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ملا ازم نہیں قائم ہونے دیں گے۔ تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبی کریم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ مسلمانوں میں ایک دوسرا گروہ وہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ قرآن مجید کو نافذ کریں گے۔ لیکن اس کا مفہوم اور مطلب وہ نہیں لیں گے۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال سے اسلام کے فدائی اور جان نثار مفسرین اور محدثین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے لے کر آج تک سنتے اور سناتے۔ پڑھتے اور پڑھاتے آئے ہیں۔ ایک تیسرا گروہ ہے۔ جو اقلیت میں ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ اسلام کا وہ نقشہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا۔ علمی طور پر بھی وہی رائج ہو۔ اور عملی طور پر بھی اسی رنگ کی پیروی کی جائے۔ تاکہ جو برکتیں اس زمانہ میں مسلمانوں کو نصیب ہوتی تھیں وہ آج پھر مسلمانوں کو نصیب ہوں۔ اور جو خدا تعالیٰ کی رحمتیں اس وقت کے مسلمانوں پر نازل ہوتی تھیں۔ آج پھر نازل ہوں۔ لیکن ان کی اقلیت کے باعث ان کی آواز کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے

مذکورۃ الصدر صورت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دو گروہ ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام کے زندہ کرنے کے مخالف ہیں۔ ایک علی الاعلان کھلم کھلا مسلمان کہلا کر اسلام کو مٹانا چاہتا ہے جو علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ دوسرا گروہ اسلام کا نام لیتا ہے مگر جو اسلام مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے تیرہ سو سال سے منتقل ہو کر چودھویں صدی والے مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے۔ اس کا مخالف ہے۔ وہ فقط قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اس کی تشریح کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں صاف صاف عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے۔

ایک درخواست

یہ عاجز بھی اس گروہ میں شامل ہے جسے حقارت آمیز طریقہ سے مُلّا کہا جاتا ہے۔ میں مسلمانوں کے پہلے دو گروہوں سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پہلے فقط ایک سال کے لئے امتحاناً پاکستان کے ایک صوبے کی حکومت دے دیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی غیبی امداد سے قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر حکومت قائم کرکے دکھا دوں گا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مجھے یقین کامل ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل اور مسٹر لیاقت علی خاں کے اعلان کے مطابق آپ کو پاکستان کی تصویر نظر آنے لگے گی اور کافی اور معتد بہ حالت تک محمدی اسلام کا نقشہ نظر آنے لگے گا۔ خدا کے فضل سے جب آثار اچھے نظر آئیں گے تو پھر دو سال مزید مہلت دے دیجئے گا۔ تاکہ تین سال کے اندر اسلام محمدی (مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ) کا پورا نقشہ اس صوبہ میں نظر آنے لگے۔

معاونین اور میعاد

ایک صوبہ میں اس نقشہ پر نظام قائم کرنے کے لئے پہلے مجھے اپنے ہمخیال و ہمرنگ معاونین کے انتخاب کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس انتخاب کی میعاد تین ماہ ہوگی۔ میرا یقین ہے کہ حکومت کے ہر شعبہ میں ایماندار، دیانتدار، فرض شناس اسلام کے سچّے خیرخواہ، مسلمانوں کے پکّے ہمدرد، اسلام محمدی کو زندہ کرنے کے خواہشمند موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ اور تو اور مجھے پولیس اور فوج میں سے ان صفات حمیدہ سے متصف آدمی مل جائیں گے جو میرے دست و بازو بنیں گے۔ جو اللہ تعالےٰ کے دربار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہونے کے لئے پوری ہمت سے کام کریں گے — انشاء اللہ تعالےٰ جب ایک صوبہ میں قدامت پسندوں کے ہاتھ سے اسلام محمدی کا نمونہ قائم ہو جائے گا تو پھر باقی صوبوں کو بھی اسی پر ڈھال لیجئے گا۔

وما علینا الا البلاغ

جناب لال دین صاحب اختر بی۔اے۔بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر ہائی سکول بھالیکے

شہید قرآن حضرت شیخ التفسیر مرحوم!

احباب کرام کو شکایت رہی۔ کہ میں نے حضرت فردوس آشیانی کے متعلق ابھی تک کیوں نہ لکھا۔ حضور! ۱۸ رمضان المبارک صرف میرے لئے ہی نہیں۔ بلکہ لاکھوں عقیدتمندوں کے لئے آنسوؤں اور آہوں کا دن تھا۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ جب قوت فکر و فور غم سے مدہوش ہو جائے۔ تو زخمی احساسات کو حوالۂ قلم کرنا کچھ آسان کام نہیں ہوتا۔ جب نگاہیں پیہم کے سبب اپنے عمل سے قاصر ہوں۔ اور جذبات کو غم و اندوہ کا کوہ گراں کچل ڈالے۔ تو ایسے ہی اُن سے اظہار خیالات کا کام لینا از بسکہ مشکل ہوتا ہے۔ ہائے! وہ قیامت خیز لمحات بار بار دل کو آتش غم سے جلاتے ہیں۔ جب میں بھالیکے اسٹیشن سے حضرت والا جاہ کے ولایت کدہ تک آنسوؤں بہاتا ہوا پہنچا۔ مگر جب اُس سیّد الاولیاء کے ملک شمائل چہرے پر نظر ڈالی تو مجھ پر ایک سکتہ سا طاری ہوگیا۔ آنسو خشک ہوچکے تھے۔ حیرت زدہ نگاہیں چہرہ انور پر تھیں۔ اور دل عالم محسوسات سے کسی باہر کی دنیا میں معلوم ہوتا تھا مگر چند منٹوں کے بعد قلب کا احساس واپس ہؤا۔ آنسو اُمنڈ آئے اور دل کی بربادی کی ترجمانی کرنے لگے۔ اتنے میں فیصلہ ہوا کہ حضرت اقدس کو دروازے سے باہر لے جایا جائے۔ خدائے ذوالمنن کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس احقر الانام کو اُس امام الاتقیا کے فرق اقدس کے نیچے اپنے گنہگار ہاتھوں کا سہارا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ صحن سے گلی تک تقریبًا سات قدم کا فاصلہ تھا۔ جو لاکھوں مجروح احساسات سے طے کیا گیا۔ اُس دن میری روح پر کسی عاشق صادق کے اس لطیف احساس کا راز افشا ہوا۔ جو اُس نے مندرجہ ذیل شعر میں پیش کیا ہے ؎

ساربان! آہستہ راں۔ کاں رام جان در محمل است
اُشتراں را بار بر پُشت است و مارا بر دل است

آہ! اُن لمحات میں عشق و محبت [illegible]
خونچکاں داستانیں بھری ہوئی تھیں
وامصیبتا! وہ جانکاہ ساعت ہمیشہ یا[illegible]
رہے گی۔

؎ کیسا وہ خواب تھا۔ کہ ابھی تک ہوں خوا[illegible]

اس وقت بے کس زائرین اشک آگیں نگاہوں سے اپنے روحانی باپ کا آخری [illegible] کر رہے تھے۔ کسی کو چار پائی کے پا[illegible] کھڑے ہونے کی اجازت نہیں تھی منتظمین میں سے ایک نے کہا۔ اہل خا[illegible] کے علاوہ یہاں کوئی بھی کھڑا نہ ہو[illegible] میں یہ آواز سن کر سامنے کے درواز[illegible] کے ساتھ پُشت لگا کر اور نہایت خو[illegible] سے دبک کر کھڑا ہوگیا۔ کہ کہیں مجھ [illegible] بھی نظر نہ پڑ جائے۔ پھر ایک لمحے [illegible] لئے خیال آیا۔ کہ آخر بفضل ایزدی [illegible] بھی کسی خفیف نسبت سے اقربا میں[illegible] ہوں۔ مگر اُسی وقت حضرت زینبؓ خو[illegible] امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وصیت[illegible] کے الفاظ یاد آئے۔ جب آپ نے ا[illegible] کم سن صاحبزادوں عونؓ اور محمد کو میدان [illegible] میں بھیجتے ہوئے فرماتے تھے۔ کہ بیٹا اگر تم سے کوئی پوچھے۔ کہ تم کون تو یہ مت کہنا کہ ہم امام حسینؓ [illegible] بھانجے ہیں۔ بلکہ کہنا کہ ہم امام [illegible] کے غلام ہیں۔

خیر! امام الاصفیاء علیہ الرحمۃ کا جن[illegible] اُٹھا۔ جنازے کے ساتھ ہر قسم اور فرقہ کے لوگ تھے۔ حُفّاظ۔ علماء۔ حکّ[illegible] وکلاء۔ عوام۔ حُکّام۔ فقراء۔ اولیاء کرا[illegible] اپنے اور بیگانے غرضیکہ مغربی پاکستا[illegible] سے جس قدر عقیدت کیش حاضر ہوئے تھے۔ حاضر ہوئے۔ مگر اس مقام پ[illegible] ایک فرد کا ضرور ذکر کروں گا۔ اُ[illegible] کو میں نے پیشتر ازیں کبھی نہیں دیکا[illegible] تھا۔ مگر اُس دن وہ شخص ہزار جا[illegible] سے اِس قطب دوراں۔ مثل جنیدؒ [illegible] بایزیدؒ کے جنازے کا اہتمام کر رہا تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ی[illegible]

لاہور کے ڈی۔ ایس۔ پی جناب شیخ ابرار احمد صاحب تھے۔ جن کی حسن کارکردگی کی جس قدر تعریف و تحسین کی جائے۔ کم ہے۔ میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں۔ کہ اُنہوں نے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے صلہ میں اپنے تمام سابقہ گناہوں کا کفارہ بفضل ایزد کروا لیا ہو۔ تو کچھ عجب نہیں ؎

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے

اللہ! اللہ! یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ کوئی رجال الغیب میں سے ہیں جو آج ہدایت خداوندی کے مطابق اس امام زمانؒ کی آخری خدمت پر مامور ہیں میں اس موقعہ پر حضرت والا جاہ کے جنازے کی تفصیل پیش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ کیونکہ اُس مبارک جلوس کی ملکوتی شان کو دیکھنے والی ہر آنکھ جانتی ہے۔ المختصر! اب مخدومنا و سیّدنا کے جسد اطہر کو گویا اِس مہر رشد و ہدایت کو غروب آفتاب کے فوراً بعد میانی صاحب کی خوش نصیب سرزمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ اگرچہ ظاہری آنکھیں بند تھیں۔ مگر شہید قرآن مرحوم و مغفور کا دل تجلیات الٰہی میں سرشار تھا ؎

نگاہِ ایک تجلّی سے اگر محروم
دو صد ہزار تجلّی تلافیٔ مافات

ہائے وہ روشن چہرہ جس پر نَضْرَةَ نَعِیْم کی جھلکیں نظر آرہی تھیں۔ آج ہماری نگاہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھپ گیا۔ مگر یقیناً ایسے اولیاء کرام بھی وہاں ضرور موجود ہوں گے۔ جو گوش دل سے دعوت حق بھی سُن رہے ہوں گے۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ! (اے روح مطمئنہ اپنے پروردگار کے حضور میں اس حالت میں روانہ ہو۔ کہ تو اُس پر قربان ہے اور وہ تیری قربانی کو شرف قبولیت عطا کر چکا ہے۔ خود اپنے کانوں سے سُن لے۔ آؤ میرے مہمانوں میں داخل ہو جاؤ۔ آؤ میرے مہمان خانے میں تشریف لاؤ)

اولیاء کرام کی مبارک قبور کا جائزہ لینا ہو۔ تو لاہور کے ایک قلندر کی زبان سے حقیقت بھرا کلام سنئے۔

؎ مقام بندہ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات
حریم ذات ہے اُس کا نشیمن ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے نہ جلوہ گاہ صفات

خود آگہاں کہ ازیں خاک داں بُروں جستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

(اقبال مرحوم)

حضرت شیخ المشائخ آج ہم سے جدا ہوگئے۔ اور لاکھوں عشاق تڑپ تڑپ کر کہہ رہے ہیں۔

ہم یتیموں سے بھی ابتر حال نہیں
ہائے ہم پامال نہیں۔ پامال نہیں

اس موقعہ پر عارف لاہور کے ایک دو شعر دوبارہ پیش کر رہا ہوں۔ سنئے۔

؎ رخصت محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر
جوش الفت بھی دلِ عاشق سے کرجاتا سفر
عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مرجاتا نہیں
رُوح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں
ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ بندگانِ خدا آگاہ انسانی دلوں کو مسحور کیسے کر لیتے ہیں اولیاء کرام کی قوّت تسخیر قلوب کا منبع و مُبداء کیا ہے؟ غور کیجئے۔ کہ نبوّت اور رسالت نے دنیا میں آکر حُسنِ مروت۔ حُسنِ خُلق۔ حُسن کردار۔ حُسنِ معاملت اور حُسنِ عمل کے انوار کو عام کر دیا۔ انبیاء کرام کے حلقوں میں جب خلق خدا نے شفقت و رافت کی کی روح افزا بہار دیکھی۔ تو اُن کے دل فرطِ عقیدت سے جُھومنے لگے۔ شمع نبوت پر پروانہ وار جانیں قربان کرنے والے کم و بیش ہر زمانے میں رہے۔ جب محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد سعید آیا۔ اور ہادیٔ برحق کے سامنے حضرت

مدینہ منوّرہ سے

مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

بہ پیشگاہ علیا حضرۃ مخدومتہ المکرمہ آپنہ رحمت والدہ ماجدہ صاحبہ مدظلہا

سلام مسنون۔ مزاج اقدس۔ حبیب سعید۔ از المدینتہ المنورہ

الحمدللہ رب العالمین بخیروعافیتہ اور ہر طرح سے خوش و خرم ہوں۔ رحمت الٰہی سے یقینی توقع ہے کہ انشاءاللہ العزیز آپ سب حضرات بھی بیری ہی طرح مع الخیر ہوں گے

اعلیٰحضرت قبلہ ابا جان رحمتہ اللہ علیہ رحمتہً واسعتہً وکاملتہً کی وفات حسرت آیات سے دل مجروح کو جو صدمہ پہنچا ہے۔ اسکا حقیقی اندازہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کو ہوسکتا ہے۔ کیونکہ علیم بذات الصدور اسی کی ذات اقدس ہے۔ اور ممکن ہے کہ لبقیۃ العمر یہ صدمہ باقی رہے۔ کیونکہ ان کی بے پایاں شفقتیں اور غیر محدود بخششیں یاد آ آ کر دل کو تازہ زخم لگاتی ہیں۔ جب ان کی کوئی بھی عنایت و مہربانی یاد آگئی تو غم دوبارہ تازہ ہو جاتا ہے۔ بس اب تو یہی دعا ہے۔ اللہم لا تحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا بعدہٗ۔

جس دن سے ان کے انتقال پر ملال کی اطلاع ملی ہے اسی وقت سے دل میں ایک خاص قسم کی ضیق اور تنگی تھی۔ اب بندوں پر میں اس کا کیا اظہار کروں۔ اور اس وجدانی کیفیت کو کون سمجھ سکتا ہے جب دل کی یہ تنگی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو آج رات سحور کو خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ دونوں حضرات والدین الماجدین سفر مبارک حرمین الشریفین میں برائے اداءِ مناسک عمرہ تشریف لائے ہیں۔ اور اعلیٰحضرت قبلہ ابا جان رحمتہ اللہ علیہ اپنی خدمت کیلئے اپنے ساتھ اس مرتبہ نہ مولوی محمد انور سلمہٗ کو ساتھ لائے ہیں اور نہ مولوی حمید اللہ سلمہٗ کو بلکہ ان دونوں کی بجائے ہماری مرحوم و مغفورہ ہمشیرہ فاطمہ بی بی کو ساتھ لائے ہیں

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدظلہ
صاحبزادہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

اور خواب میں میں محسوس کر رہا ہوں کہ ان کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اور وہ خود بھی فرما رہے ہیں کہ میں دوبارہ اس حدیث کا مطلب تم کو سمجھانے کیلئے آیا ہوں۔ اور من کلام حضرت سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک طویل حدیث پہلے پڑھی۔ اس کے بعد اسکا ترجمہ کیا۔ اسکے بعد اسکی بڑی طویل شرح بیان فرمائی۔

بہت لوگوں کا مجمع ہے۔ سب لوگ بہت محظوظ ہو رہے ہیں اور ماشاء اللہ طبیعت میں ایسا شرح صدر اور سرور رونما ہے کہ حیرت ہو رہی ہے۔ گھر میں تشریف لائے ہیں تو ہر کام اپنے ہاتھ سے خود کر رہے ہیں۔ میں نہایت ہی اصرار سے کہتا ہوں۔ کہ ابا جی آپ چھوڑ دیں یہ کام میں کرتا ہوں۔ میری بات سنی ان سنی ایک کر دی اور خوب جوانی کی ہمت اور مستعدی سے ہر کام میں خود بخود مشغول ہیں۔

اور خواب میں ہی میرے دل کو اسقدر خوشی اور فرحت ہے کہ جسکا کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ اور وہ ہفتوں سے جو دل گھٹا ہوا تھا۔ دل کی وہ گھٹن یکبارگی دور ہو گئی۔ جیسے کسی سخت پتھر کی چٹان میں سے یکبارگی ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ فوارہ کی صورت میں نکل کر بہنے لگے ٹھیک اسی طرح میرے مغموم دل کو خواب میں ان کی زیارت کا شرف حاصل کر کے خوشی حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو قدرت ہے کہ آپ کی زیارت حرمین الشریفین میں کرا دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۱۲ شوال ۱۳۸۱ھ ۱۷ مارچ ۱۹۶۲ء

ابو بکر صدیقؓ حضرت فاروقؓ اعظم، حضرت عثمانؓ ذوالنورین۔ سیدنا حیدرؓ کرار سیدنا حضرت بلالؓ وصہیبؓ اور حضرت ابوذرؓ غفاری فدا کار گردنیں جھکا کر بیٹھے۔ تو خالق ارض و سما کی طرف سے آواز آئی۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (اے میرے محبوب اگر تمام خزائن ارضی تو اہل عرب کے خونخوار قبیلوں کے پاؤں پر لا کر ڈال دیتا۔ تو پھر بھی تو اُن میں یہ رشتہ مواخات قائم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ ہماری قدرت کا ظہور ہے۔ کہ ایک پائی خرچ کرنے کے بغیر ہم نے ان کو باہم شیر و شکر کر دیا ہے۔ اے میرے محبوب تیرے صحابہؓ کے دلوں کو اخوت کے جذبات سے آشنا کرنا خدائے غالب کی حکیمانہ عنایات سے متعلق ہے)۔ اب لاہور جیسے تہذیب حاضرہ کے مرکز میں انوار ولایت اپنی پوری تابانی سے تقریبًا نصف صدی تک چمکے۔ لاہور کے نواحی سے نکل کر ملتان بہاولپور۔ کراچی۔ قلات۔ کوئٹہ۔ سرحد۔ بنگالہ سمرقند۔ یارقند غرضکہ راس کماری سے کوہ ہمالیہ کی برف پوش وادیوں تک اور اُدھر جزیرۃ العرب کی مقدس سرزمین میں بھی اس ولایتِ کبریٰ نے اپنے فیوض و برکات کو بفضل ایزد تعالیٰ عام کر دیا۔ لاکھوں عقیدتمند دیوانوں کی طرح شیرانوالہ دروازہ کی طرف رخ کرتے رہے۔ علماء خیر۔ صلحائے اُمت اور باقی سالکانِ راہ طریقت اس سرچشمہ سے سیراب ہوتے رہے۔ اور اس روحانی منزل پر آرام جاں حاصل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ شاہد ہے۔ کہ شیرانوالہ کا ویران ساخطہ برسوں مرجع خلائق بنا رہا۔ ہم نے اپنے جیسے سیاہ کاروں کو دیکھا۔ کہ آئے۔ بیٹھے اور دلوں میں انقلاب لے کر اٹھے سچ ہے

اِک حُسین آنکھ کے اشارے سے
قافلے راہ بھول جاتے ہیں

مغربیت کے متوالے حجازی تہذیب کے دلدادہ بن جاتے۔ راندہ درگاہ الٰہی مقبول بندوں میں شمار ہونے لگے۔ اوباش کو چند دنوں میں ذاکر و شاغل دیکھا گیا۔ اور دشمنان دین چند صحبتوں کے بعد خادمان اسلام ہو جاتے۔ اور اس سے کہیں زیادہ بھی ہوا۔ مگر کیونکر ہوا؟ ہاں۔ ہاں اگر نبوتُ رسالت کی سعادات کو پروردگار عالم اپنی رحمت وحکمت سے وابستہ و منوط کرتا ہے۔ تو ولایت کی بہاروں کو کیوں صاحبِ ولایت سمجھا جائے۔ آخر اس نورانی اور ملکوتی ماحول کا خالق بھی تو خدائے وحدہٗ لاشریک ہی ہے۔ دیکھئے۔ اگر حضورپرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گورے گورے ہاتھوں سے کائناتِ ارضی کے خزانوں کو جن وانس میں تقسیم فرما کر بھی اُن کے دلوں کو عداوت و خصومت کی نجاست سے پاک نہیں کر سکتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی تمام تر فدا کاریوں اور جاں نثاریوں کو اپنی ہی رحمت کا صلہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہم حضرت شیخ التفسیر مجاہد کبیر مرحوم کے وجودِ مسعود کا لاکھوں انسانوں کی زندگی کے لئے متاع تسکین ہونا۔ ہوی پرست گستاخ نوجوانوں کی ستائی ہوئی مائیں اور پریشان حال باپ آتے۔ اور حضرت مرحوم سے اپنے حال کی شکایت کرتے۔ آپ کے جواب میں تسکین پاتے دعا کرواتے اور اطمینان سے چلے جاتے۔ خدا گواہ ہے۔ کیسا پاکیزہ ماحول تھا۔ قرآنِ حکیم نے اصحابہؓ کرام کی آمد اور رسول پاک سے دُعا کروانے اور تسکین حاصل کرنے کو بایں الفاظ پیش کیا ہے۔ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (بیشک تیری دُعا اُن کے لئے تسکین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا) تمام اقصائے پاکستان سے لوگ آتے۔ اور حضرت مرحوم کے حُسن سلوک کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے چلے جاتے۔ در حقیقت حضرت فردوس مکانی کی سیرت میں نرم خُوئی اور حلم کا جوہر تمام خصائل حسنہ سے زیادہ نمایاں تھا۔ مردو

زن ہیں سے جو کوئی ایک دفعہ شرف ملاقات سے بہرہ یاب ہوتا وہ آپ کے اخلاقِ حسنہ اور صفات ستودہ کا دل و جان سے گرویدہ ہو جاتا تھا۔

اور ہم اس نعمتِ عظمیٰ کو بھی الطافِ الٰہیہ سے یقین کرتے ہیں۔ قرآن عزیز نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (اے میرے محبوب تیری نرم خوئی میرے بندوں کے ساتھ میری رحمت کے سبب سے ہے) (آل عمران)

آج لاکھوں آنکھیں ہمارے آقائے روحانی کی مربیانہ رحمت ورافت کو یاد کرکے رو رہی ہیں۔ بچہ ماں کی گود میں پرورش تو پاتا ہے۔ مگر اُس کو ماں کی مامتا کا اتنا اندازہ اور احساس نہیں ہوتا۔ جتنا ایک صاحب شعور کو اپنے محسن کے احسانات کا ہوتا ہے۔ احباب کرام! ہمارے قلوب نے تقریباً چھیالیس سال تک اُس قطب الاقطاب کی آغوشِ ولایت میں توحید و رسالت کی لوریاں سنیں۔ اُن سے متمتع ہوئے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اُن عنایاتِ پدرانہ اور اکرام خسروانہ کو کبھی فراموش کر سکیں۔ باتوں باتوں میں جب احباب حضرت مرحوم کو روحانی باپ کا لقب دیتے۔ تو میں خدائے قدوس کی قسم فوراً بول اٹھتا۔ کہ سیدی و مرشدی باپ سے زیادہ شفیق ہیں۔ اور آج بھی کہتا ہوں۔ کہ ہمارے روحانی مقتداء کے سینے میں ہزاروں ماؤں کا محبت بھرا دل تھا۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ حضور اکرم کے متعلق فرما گئے ہیں ؎

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر!

حضرت والانبار کے فضائل و شمائل کو شرح وبسط سے بیان کرنے کے لئے ایک فارغ اور طویل عمر کی ضرورت ہے علماء کرام کا درس علم و عرفان کی ایک ایسی محفل تھی جس کی نظیر ائمۂ دین کی صحبتوں میں ہی مل سکتی ہے۔ روز مرہ درس قرآن کا اہتمام ہر طبقے کے لوگوں کے لئے پیغام رشد و ہدایت کا ایک پیغمبرانہ ذریعہ تھا۔ جس کے فیوض وسعادات کا بیان محال ہے۔ حضرت مرحوم و مغفور کی قرآن فہمی کی مثال شہد کی مکھی سے دی جا سکتی ہے۔ جو خالق ارض وسما کی طرف سے ایک ایسی وہبی صلاحیت و استعداد سے نوازی گئی ہے۔ کہ اُس کے سوائے کسی ذی حیات میں وہ جوہر موجود نہیں ہیں۔ آپ قرآن حکیم کی آیات سے ایسے معانی اور مفاہیم نکال کر ہمارے معاشرے کی موجودہ حالت پر چسپاں کرتے تھے۔ گویا ہم نزول قرآن کے عہد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اُس محفل کا پُرسکون کیف! اور اُس پر حضرت والاشان کا اندازِ تفسیر! دراصل ارواح وقلوب پر ایک بے خودی کا سا عالم طاری ہو جاتا تھا ؎

نہ بادہ ہے نہ صراحی۔ نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانانہ
(اقبال مرحوم)

درس کے بعد تمام کرومہ کا اُس قطب دوراں کے مبارک ہاتھوں سے مصافحہ کرنا گاہے ہاتھوں پر بوسہ دینا۔ دعا کروانا۔ پانی پر دم کرانا۔ غرضیکہ یہ فضا عہد نبوی کا عکس لئے ہوئے معلوم ہوتی تھی۔ اللہ اللہ ایسے ہی علماءِ خیر کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

مجلس ذکر کے انوار کا کیا لکھوں!
رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ جو تیری محفل میں ہے

گھر تشریف لے جانے کے لئے مسجد سے باہر قدم رنجہ فرماتے۔ تو عقیدت کی آنکھیں فرشِ راہ بن جاتیں۔ اور دیوانوں کی ایک جماعت دولتکدہ تک آپ کی معیت میں نہایت ادب سے ساتھ ہولیتی۔ دن کے وقت رستے میں بچے ملتے۔ تو ابا جی سلام۔ ابا جی سلام کہہ کر سعادت حاصل کرتے۔ اور حضرت والا تمام کو نہایت شفقت سے جواب دیتے ہوئے گزر جاتے۔ درس اور جمعہ کے بعد مصافحہ اور دعا کا سلسلہ شروع ہوتا۔ تو ہر ایک شخص کے عرض کرنے پر باوجود ہزار نقاہت کے ہاتھ اُٹھائے جاتے۔ اور دعا مانگی جاتی۔ ہائے اب شیرانوالہ کی فضائیں اُس عالم ربّانی اور مربی روحانی کے وجود مسعود کے بغیر کھوئی کھوئی معلوم ہوتی ہیں۔ عقیدت کیشوں کے لئے یہ محرومی واحسرتا! وامصیبتا! دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ اور دلوں پر بار بار ابدی فرقت کی چوٹیں لگتی ہیں۔

خدائے ذوالمنن سے دعا ہے کہ وہ ہمارے مربی ومحسن کو فردوسی بہاروں میں انبیاء کرام صدیقین۔ شہداء عظام اور صالحین اُمت کی رفاقت کا شرف عطا فرمائے اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادگان حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب اور حضرت حافظ حمید اللہ صاحب کو علم و عرفان میں مراتب عالیہ مرحمت فرمائے۔ ہائے ہائے رونا تو اس بات کا ہے۔ کہ ہندوپاک کے بڑے صاحب علم وفضل حضرت مرحوم سے تفسیر کی سند لے کر گئے تھے۔ اور حضرت عالی مقام کے کفش برداروں میں ہیں اب بار بار ایک یاس انگیز خلا نظر آتا ہے لیکن ہم کو رحمتِ خداوندی کے ساتھ اپنی امیدوں کا دامن وابستہ کرنا چاہئے۔ میں مکرّر عرض کروں گا۔ کہ ہماری عقیدت حضرت مرحوم کے صاحبزادگاں سے اُسی طرح قائم رہنا چاہئے اور اُدھر ہماری عفیفہ و مکرمہ اماں جان بقید حیات ہم گنہگاروں کے لئے ہروقت دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا مادرانہ سایۂ رافت شفقت ہم پر قائم ودائم رکھے۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں تہ دل سے اپیل ہے۔ کہ خدائے قدوس کے حضور میں پورے خضوع وخشوع کے ساتھ سجدہ ریز دعائیں مانگیں کہ حضرت حافظ حبیب اللہ صاحب مدنی لاہور کے اس روحانی مرکز میں جلد از جلد تشریف لائیں اور اپنے فیوض وسعادات سے سالکانِ راہِ طریقت کو تاحین حیات نوازیں۔ مکرر التماس ہے۔ کہ قارئین کرام اس دعا کو اُس وقت تک جاری رکھیں جب تک حضرت شیخ التفسیر کے فرزند اکبر مدینہ منورہ سے واپس نہ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے الطاف کریمانہ سے حضرت مرحوم کے تمام صاحبزادگان کو ہمارا ہادی و مقتداء بنائے۔ ہمیں ان کی صورت وسیرت سے اپنے آقائے روحانی کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری!

مولانا احمد علی صاحب غفران لہٗ

اُٹھ گئے بزمِ جہاں سے مولانا احمد علیؒ
ہائے اب لائیں کہاں سے مولانا احمد علیؒ
جن کے دم سے انجمن میں جان تھی وہ جاچکے
دور تر وہم وگماں سے مولانا احمد علیؒ
کفر وبدعت میں تزلزل جن کے دم سے تھا بپا
ہوگئے رخصت یہاں سے مولانا احمد علیؒ
اُٹھ گئے ہیں آج پردے طالب و مطلوب کے
جا ملے ہیں قدرداں سے مولانا احمد علیؒ
جاچکے ہیں جانے والے اب نہ آئیں گے کبھی
پھر پلٹ باغِ جناں سے مولانا احمد علیؒ
زنگ آلودہ دلوں میں نورایاں بھر گئے
اپنے اس طرز بیاں سے مولانا احمد علیؒ
قافلے والو رُکو کچھ سوچ کر آگے بڑھو
کٹ گئے ہیں کارواں سے مولانا احمد علیؒ
جس چمن کو لاکھ محنت سے سینچا تھا اُسے
جھانکتے ہیں آسماں سے مولانا احمد علیؒ

حکیم عبداللطیف ثنائی
ننگو کے (گوجرانوالہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی ایبٹ آباد

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

دورِ شر و فساد کی اصلاح کیلئے

امام الاولیاء مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ العزیز کی تعلیمات کا خلاصہ

(۲)

تیسری تعلیم اصلاح نفس

تیسری تعلیم یا پہلی منزل کے تیسرے درس یعنی اصلاح نفس کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ "کسی کو دُکھ نہ دینا" بظاہر یہ سادہ سا عہد ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اصلاح عالم اور فسادات کے خاتمہ کے لئے اس سے بہتر اور کوئی درس نہیں ہو سکتا یہ پہلی منزل کی تیسری جزو ہے۔ جو درحقیقت آثارِ ذکر میں سے ہے۔ جب زبان سے ذکر الٰہی کرتے کرتے زبان کا پابند ہوا اور نماز میں اسی ذکر کا اعادہ ہوا۔ جس سے غور و فکر کی راہیں کھل گئیں۔ اور نمازی بار بار عظمت و کبریائی واحد مالک اسی ذاتِ پاک کو ماننے کا اقرار کرنے لگ گیا۔ جو نہ صرف اس نمازی کا معبود ہے بلکہ وہ تمام کائنات کا رَبّ ہے نماز کی ابتداء رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے ہوئی۔ اور اسی عقیدہ میں مزید ترقی کرتے ہوئے نمازی جب رکوع میں پہنچا تو عملی طور پر اپنی ذلت اور خدائے قدوس کی عزت کا اعتراف کیا۔ اور زبان سے بھی تقدیس و تسبیح کا اقرار کرتے ہوئے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہا۔ اب اس جذبۂ عبدیت نے اس کو نشۂ عبدیت سے اس قدر سرشار کیا کہ وہ فوراً اپنی ذلت کے آخری مرحلے پر پہنچ کر سربسجود ہو گیا اور زبان سے تو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا اعتراف کیا مگر عمل سے باوقار پیشانی زمین پر رکھ دی۔ نماز میں نمازی کی قولی اور عملی ہر حالت اس بات کا مظہر ہوتی ہے کہ نمازی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا پرستار اور اسی کا بندہ ہے۔ اب اس کی زندگی میں جو نمایاں اور ممتاز اثر پیدا ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق الٰہی کو نہ صرف دُکھ دینے سے بچے بلکہ وہ ان کے لئے وہ کام کرے جس سے ان کو فائدہ ہو۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جو نمازی عظمت خداوند قدوس کے اعتراف کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے نماز پڑھتے ہیں تو وہ ریاکار ہیں۔ جسے شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے الشرک الاصغر بتایا اور ایسی نماز کا اثر یہ بتایا۔ کہ وہ خلق خداوندی کے ساتھ برتاؤ میں مفسدانہ طرزِ عمل اختیار کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

(الماعون پ۳۰)

ترجمہ:۔ کیا دیکھا تُو نے اسے جو (دیندار ہونے کا دعویٰ کر کے بھی) دین (کے تقاضوں) کو جھٹلاتا ہے پس یہ وہی ہے کہ جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور (دوسروں کو بھی) مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو (نماز کی حقیقت) بھلا بیٹھے ہیں۔ وہ (نمازی) جو لوگوں کو دکھانے کے لئے (نماز پڑھتے ہیں) اور عام لوگوں سے (بھی) ان کے برتاؤ کی چیزوں کو روکتے ہیں۔

سورۃ الماعون میں نمازی کی حقیقت کو بیان فرمایا۔ کہ نماز کا پابند ہو جانے پر اس کے دل میں عقیدتِ توحید اس قدر راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ روحانی اور عقیدت کی حیثیت سے فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ کا مصداق بن جاتا ہے اور اس کی عملی زندگی میں جو نمایاں اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ خلقِ خداوندی سے حسن سلوک کی صفت کا پیدا ہو جانا ہے۔

گویا ان تعلیمات ثلاثہ کا خلاصہ یہ نکلا کہ:۔

مقصودِ اعلیٰ ذکر اللہ ہے جس کو عملی زندگی میں مستحکم کرنے کے لئے نماز پنجگانہ کی پابندی ضروری ہے۔ اور اس ذکر کے راسخ ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ مخلوق خداوندی کے ساتھ حسن سلوک کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ اگر آج کے اس زمانہ شر و فساد میں اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا جائے اور ان تعلیمات پر عمل شروع کر دیا جائے تو کیا دنیا کی بےچینی امن اور اطمینان سے نہ بدل جائے گی اور انسان بجائے آدم خور بننے کے انسان پرور نہ بن جائے گا؟

یہاں ایک مغالطہ کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ بعض حلقوں میں تصوّف کو افیون خوردنی سے تشبیہ دی جاتی ہے اور بعض کے ہاں اس کو ترک دنیا کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ تصوف اور سلوک (جس کی تعبیر الفاظ قرآنی کی روشنی میں تزکیہ نفس ہے) ہی عقیدہ اور عمل کے درمیان ربط پیدا کرنے والی الحبل المتین ہے۔ عقیدہ میں یہ وزن پیدا کرنا کہ عمل اس عقیدہ کو مرکزی حیثیت دے کر ان تقاضوں کو پورا کرے۔ یہ صرف سلوک اور تصوف ہی کا کام ہے۔ قرآن کریم

ے انبیاء علیہم السلام کے طرزِ عمل اور فرائض رسالت کو متعین کرتے ہوئے تین کام مخصوص فرما دئے۔

۱- تلاوت آیات الہیہ۔
۲- تعلیم آیات۔
۳- تزکیہ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں فرائض کو چار جگہ بیان فرمایا:-

۱- سورہ بقر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کارِ نبوت کو یوں ارشاد فرمایا:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ط

(البقرہ - آیت ۱۲۹)

ترجمہ:- اے ہمارے ربّ! ان ہی میں مبعوث کر دے (ایک) رسول کو جو پڑھے ان پر تیری آیتیں۔ اور سکھائے ان کو کتاب اور حکمت۔ اور پاک کر دے ان کو۔

۲- اسی بعثت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کامل نعمت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

(البقرہ - آیت ۱۵۱)

ترجمہ:- جیسا کہ (نعمت تمام کرتے ہوئے) بھیجا ہم نے تم میں (ایک) رسول تم ہی میں سے (جو) پڑھتا ہے تم پر ہماری آیتیں اور تزکیہ کرتا ہے تمہارا اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت

۳- سورہ آل عمران میں آپ کی اس بعثت کو اپنا احسان عظیم بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٥ (آیت ۱۶۴)

ترجمہ:- یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر (ایک) احسان فرمایا۔ جب ان میں (ایک) رسول مبعوث فرمایا (جو) ان ہی میں سے ہے جو پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک بناتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت (سنت) اگرچہ وُہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۴- سورہ جمعہ میں آپ کی بعثت کو انہی صفات اور فرائض رسالت کے ساتھ ابدی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط (آیت ۲-۳)

ترجمہ:- اللہ وہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں (ایک) رسولؐ بھیجا جو ان ہی میں سے ہے اور ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور یہ ہی رسول ان (سب) پچھلوں کے لئے بھی ہے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے۔

ان ہر چہار آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

(الف) آپ اللہ تعالےٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(ب) آپ کے ذمے مندرجہ ذیل کار رسالت ہے:-

تلاوت آیات الہیہ۔ تعلیم الکتاب تعلیم حکمت۔ تزکیۂ امّت۔

(ج) یہ فرائض نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم ناسوت میں تشریف رکھنے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ چونکہ آپ خاتم الرسالت ہونے کے ساتھ دین کامل کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس سے قیامت تک کارِ نبوّت کا باقی رہنا بھی ضروری ہے۔ کتابِ حکیم میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ سے یہی مراد واضح فرما دی گئی چنانچہ زمانہ گواہ ہے کہ

تلاوت الہیہ کا فریضۂ رسالت حفاظ اور قرار حضرات ادا کر رہے ہیں اور یہ تا قیامت باقی رہے گا۔ اور تعلیم کتاب کا فریضہ علماء حضرات پورا فرما رہے ہیں۔ تعلیم حکمت بھی علماء کے اس گروہ کا فریضہ ہے جو علم کلام علم الحقائق سے منسلک ہیں اور تزکیۂ امت کے لئے صوفیائے اسلام کا وجود رحمت باری تعالےٰ ہے۔

(د) تین آیات قرآنیہ میں آپ کی صفت تزکیہ نفوس کو تلاوت آیات کے لئے مخاطب اور سننے والے کے دل میں ان آیات پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اس وقت پیدا ہو سکے گا جبکہ مخاطب تزکیہ نفس کی دولت سے سرشار ہوگا۔ نفس علم اور معلومات کا بڑے سے بڑا خزانہ بھی قوت عملی کو بروئے کار نہیں لا سکتا۔ جب تک کہ اس علم پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہو۔ یہ جذبہ جس طریق کار سے پیدا کیا جاتا ہے اسی کا نام تزکیہ نفس ہے جس کو یُزَكِّیْهِمْ میں ادا فرمایا۔

تزکیہ نفس کا طریق کار بھی بڑا تفصیل طلب ہے اور یہ منزل بھی کٹھن ہی ہے مگر اس کے اصول اور مبادی کو قرآن کریم نے یوں ارشاد فرمایا ہے:-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ٥ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ (الاعلیٰ آیت ۱۵-۱۴)

ترجمہ:- یقینی طور سے وہ کامیاب ہوا جس نے تزکیہ نفس کر لیا۔ اور (اس کے لئے) اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔ پھر نماز بھی ادا کرنے لگ گیا۔

یعنی فلاح اور کامیابی اسی کو ملے گی جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ جس کا طریق کار یہ ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرے۔ اور اس کے لئے

محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

احرام کے احکام

(۲)

بلا احرام باندھے میقات سے نہ گذریں۔

(۱) میقات

میقات وہ مقام ہے جدھر سے بلا احرام باندھے گذر کر حدودِ حرم میں داخل ہونا حرام ہے — مکہ مکرمہ کے چوطرف ایسی حدود مقرر ہیں جو میقات کہلاتی ہیں۔

لہٰذا ان میقات کے باہر رہنے والے مسلمان بغیر احرام باندھے نہ حدودِ حرم میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی مکہ مکرمہ کو جا سکتا ہے۔

مقررہ میقات

۱۔ ذوالحلیفہ (بئرِ علی)۔ مدینہ منورہ والوں کے لئے
۲۔ جُحفہ:۔ شام والوں کے لئے
۳۔ قرن:۔ نجد والوں کے لئے۔
۴۔ یَلَمْلَمْ:۔ یمن والوں کے لئے۔ (پاکستانی اور ہندوستانی حجاج کا میقات یہی ہے۔
۵۔ ذاتِ عرق:۔ عراق والوں کے لئے۔

نماز کی پابندی کرے۔

یہی وہ طریقِ کار ہے۔ جسے امام الاولیاء قطب الارشاد نے سالک کی ابتدائی تعلیم کیلئے متعین فرمایا۔ یعنی ذکراللہ، نماز کی پابندی۔ (رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً)

آج کی دنیا اگر اس مردِ حق آگاہ کے اس نسخہ کیمیا کو قبول کرکے اپنا لے تو امن و عافیت سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔ سابق صدرِ امریکہ ٹرومین نے اس حقیقت کو اپنے لفظوں میں یوں ادا کیا ہے۔ ETRUAL PEALL OF HMNANITY TURUS TO GOD

یعنی دائمی صلح صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب دنیا خدا کی طرف لوٹ آئے۔

یہ میقات ان کے لئے ہیں جو ان میقات کے اطراف کے رہنے والے ہوں۔ اور اُن کے لئے بھی۔ جن کا گذر ان مقامات سے ہو۔ لہٰذا غیر ملکی حدودِ حرم سے باہر رہنے والا مکہ معظمہ جاتے وقت جس میقات سے گذرے گا وہی اس کا میقات کہلائے گا۔

مثلاً

پاکستان اور ہندوستان کے حجاجِ کرام جب بحری راستہ سے حج پر جاتے ہیں تو اہل یمن کے میقات یَلَمْلَمْ کے قریب سے گذرتے ہیں۔ اس لئے یہی ان کا میقات ہے۔ یہاں وہ احرام باندھتے ہیں۔

مگر

جو حاجی جدہ شریف میں جہاز سے اتر کر حدودِ حرم میں داخل ہونے کا قصد نہیں رکھتے۔ اور جدّہ سے اول سیدھے مدینہ منورّہ جانا چاہتے ہیں تو وہ یَلَمْلَمْ پر احرام نہیں باندھتے۔ لیکن جب وہ مدینہ منورّہ سے مکہ معظمہ آتے ہیں وہ یا تو مدینہ منورّہ سے احرام باندھ کر روانہ ہوتے ہیں یا اہل مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ (بئرِ علی) پر پہنچ کر احرام باندھ کر آگے بڑھتے ہیں۔

اگر کسی شخص نے احرام باندھ لیا ہو اور جدّہ پہنچ کر وہ اوّل مکہ مکرمہ کی بجائے مدینہ منورّہ جانے کا ارادہ کر لے تو اسے احرام کے ساتھ ہی وہاں جانا ہوگا۔

اگر کوئی شخص گھر سے احرام باندھ کر روانہ ہو یا میقات پر پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لے تو جائز ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک افضل ہے۔

لہٰذا ہوائی جہاز میں سفر کرنے والے حضرات کراچی کے ہوائی اڈے پر احرام باندھ کر روانہ ہو سکتے ہیں۔

نیز بحری سفر کرنے والے حجاج یلملم کے قریب پہنچنے سے پہلے احرام باندھ سکتے ہیں۔ بعض حاجیوں کا احتیاطاً یہی طرزِ عمل ہوتا ہے۔

حدودِ میقات کے اندر رہنے والے روانگی کے مقام سے احرام باندھ لیں۔ ان کے لئے اپنے گھر سے احرام باندھنا مستحب ہے۔ اور حِل سے واجب ہے۔

حِل مکہ معظمہ کے چوطرف حدودِ حرم مقرر ہے۔ حدودِ حرم سے لے کر میقات تک جو زمین ہے وہ حِل کہلاتی ہے۔

جو لوگ مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم کے اندر رہتے ہیں وہ حدودِ حرم ہی میں احرام باندھیں گے۔

(۲) احرام باندھنے کے مہینے

حج کا احرام } صرف حج کے مہینوں میں باندھا جا سکتا ہے۔

حج کے مہینے یہ ہیں۔ سارا شوال کا مہینہ۔ سارا ذی قعد اور ماہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن۔

عمرہ کا احرام } سارے سال میں جب چاہیں احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے

(۳) احرام کی قسمیں

(۱) **حجِ افراد** } صرف حج کا احرام باندھنا۔ اس احرام والے کو مفرد کہتے ہیں۔

(۲) **تمتّع** } صرف عمرہ کا احرام باندھنا۔ ایسے احرام والے کو متمتّع کہتے ہیں۔

متمتع (عمرہ کا احرام باندھنے والا) مکہ مکرمہ پہنچ کر اوّل بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ طواف کے بعد صفا اور مروہ کی سعی کرے گا۔ سعی کے بعد سر کے بال منڈوا کر یا کتروا کر احرام کھول دے گا۔ پھر اسے حج کا احرام مکہ مکرمہ میں ہی ۷ یا ۸ ذوالحجہ کو

یا اس سے قبل باندھنا ہوگا۔ اکثر حجاج جو رمضان کے بعد جلد روانہ ہوتے ہیں وہ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں

۳۔ قِران} حج و عمرہ دونوں کا ایک ہی وقت میں احرام باندھنا۔ اور ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ کا ادا کرنا۔ اس احرام والے کو قارن کہتے ہیں

(۴) احرام کی تیاری

میقات پر پہنچنے سے قبل احرام باندھنے کے لئے تیاری کر لیں۔

مستحب امور یہ ہیں۔ انہیں حتی المقدور بجا لائیں:۔

۱۔ مونچھیں کترنا۔
۲۔ زیر ناف کے بال دور کرنا۔
۳۔ بغل کے بال دور کرنا۔
۴۔ سر کے بال منڈانا یا کترانا ورنہ کنگھی کر لینا۔
۵۔ ناخن کاٹنا۔
۶۔ قربتِ منکوحہ اگر ممکن ہو۔
۷۔ غسل کرنا۔ یہ غسل طہارت و صفائی کی غرض سے ہے۔ اگر پانی موجود ہو تو غسل کرنا چاہئیے۔ محض وضو پر اکتفا کرنا غسل کے قائم مقام نہ ہوگا۔

حیض یا نفاس والی عورت کو اگر کسی قسم کے نقصان کا ڈر نہ ہو تو اسے بھی احرام کے لئے غسل کر لینا چاہئیے۔ اور احرام باندھ کر حج کے سب افعال (سوائے طواف بیت اللہ شریف کے) بجا لانے چاہئیں۔ جب حیض یا نفاس سے پاک ہو تب طواف کرنا چاہئیے

۸۔ وضو کرنا۔
۹۔ ایسی خوشبو کا استعمال کرنا۔ جس کا احرام کے بعد نشان نہ رہے۔
۱۰۔ تیل لگانا۔ اگرچہ خوشبودار ہو۔

(۵) احرام کا لباس

مرد کے لئے احرام کی دو چادریں ہیں خواہ نئی ہوں یا دُھلی ہوئی ہوں۔ چادروں کا رنگ سفید ہونا افضل ہے۔ احرام کی ایک چادر کا تہبند باندھ لیا جائے۔ اور دوسری چادر بدستور معروف کندھوں کے اوپر سے اوڑھ لیں۔

عورت اپنا دستوری رواجی لباس پہنے رہے۔ اسے احرام کی حالت میں چہرہ کھلا رکھنا ہوگا۔ مگر سر اسے ڈھانکنا ضروری ہے۔

(۶) دو رکعت نماز نفل پڑھنا

احرام کی نیت سے پہلے مرد احرام کی چادریں اوڑھ کر اور عورت دستوری لباس میں اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورت قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھیں۔ اگر یہ سورتیں زبانی یاد نہ ہوں تو جو یاد ہوں وہ پڑھیں۔

کیونکہ اب تک احرام کی نیت نہیں کی اس لئے مرد نفل پڑھتے وقت سر احرام کی چادر سے ڈھانک لیں۔ نماز کے بعد حج یا عمرہ کے احرام کی نیت کرتے وقت سر ننگا کر لیں۔ اس کے بعد جب تک احرام میں رہیں سر نہ ڈھانکیں۔ اور اسے ننگا رکھیں۔ احرام کی حالت میں نمازیں ننگے سر پڑھنی ہوں گی۔ یہ حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ انہیں سر ننگا کرنا نہیں چاہئیے۔

مکروہ اوقات جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی یہ ہیں:۔

۱۔ فجر کی نماز کے بعد جب تک سورج نہ نکل آئے۔
۲۔ عصر کی نماز کے بعد جب تک سورج نہ چھپ جائے۔
۳۔ عین دوپہر کے وقت جب تک سورج نہ ڈھل جائے۔

(۷) نیّت کا طریقہ

دو رکعت نماز نفل پڑھ کر حج، عمرہ یا قران میں سے جس کا ارادہ ہو اس کی نیت کر لیں۔

حج کی نیت یوں کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں حج کی نیت کرتا ہوں۔ پس تو اسے میرے لئے آسان کر اور قبول فرما۔

عمرہ کی نیت:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ۔

ترجمہ:۔ میرے اللہ! میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں تو اسے میرے لئے آسان کر دے اور قبول فرما۔

قِران (حج و عمرہ کی اکٹھی) نیت:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں عمرہ و حج کی نیت کرتا ہوں تو انہیں میرے لئے آسان کر اور قبول فرما۔

(۷) تلبیہ یعنی لبّیک پکارنا۔

حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت باندھ کر مرد بلند آواز سے تین بار تلبیہ پکاریں۔

عورتیں تلبیہ آہستہ پڑھیں۔ انہیں آواز بلند نہ کرنی چاہئیے۔

تلبیہ کے کلمات یہ ہیں:۔

لَبَّیْکَ ط
اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ط
لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ط لَا شَرِیْکَ لَکَ ط

ترجمہ:۔ میں حاضر ہوں۔
اے اللہ میں حاضر ہوں۔
میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔
ساری تعریفیں اور نعمت تیری ہیں۔ سلطنت تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

کیونکہ تلبیہ بکثرت پکاری جاتی ہے۔ اس لئے اسے زبانی یاد کر لینا چاہئیے۔

احرام کی حالت میں تلبیہ کثرت سے پکارتے رہیں۔ سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت، بلندی سے اترتے وقت حاجیوں کے قافلوں کو دیکھتے وقت، سوتے وقت، نیند سے جاگتے وقت تلبیہ

پکارتے ہیں۔

مردوں کو چاہیئے کہ تلبیہ بلند آواز سے پکاریں۔

مگر عورتیں آہستہ پکاریں۔

تلبیہ پکارنا کب بند ہوگا؟

جس شخص نے عمرہ کا احرام باندھا ہے وہ جب بیت اللہ شریف کا طواف شروع کرتے وقت حجراسود کا استیلام کرے گا تب تلبیہ کا پکارنا بند کر دے گا۔

مگر جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ حجراسود کے استیلام کے بعد بھی تلبیہ کا پکارنا بند نہیں کرے گا بلکہ دس ذوالحجہ کو جب منیٰ میں جمرہ عقبہ کی رمی کریگا تب بند کرے گا۔

نوٹ:۔ استلام حجر اسود اور جمرہ عقبہ کی رمی کا ذکر مناسب مقام پر آگے آتے گا۔

۹- درود شریف پڑھنا

تلبیہ پکارنے کے بعد درود شریف پڑھیں۔

۱۰- دُعا مانگنا

تلبیہ اور درود شریف کے بعد تضرع اور عاجزی سے دعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت مانگیں۔ اس کی رحمت کے ذریعہ سے دوزخ کی آگ سے پناہ طلب کریں۔ نیز جو مسنونہ دعائیں چاہیں مانگیں۔

۱۱- ممنوعاتِ احرام

احرام باندھنے کے بعد جو باتیں منع ہیں ان سے بڑی احتیاط سے بچیں۔

سارے سفر میں عموماً اور حالتِ احرام میں خصوصاً قرآن مجید کے اس حکم پر پختگی کے ساتھ عمل کریں:۔

(۱) فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط

(البقرہ۔ آیت ۱۹۷)

ترجمہ:۔ سو جو کوئی ان میں حج کا قصد کرے۔ تو مباشرت کرنا جائز نہیں۔ اور نہ گناہ ہے۔ اور نہ حج میں لڑائی جھگڑا کرنا۔

یہاں حج کا قصد کرنے سے مراد احرام باندھنا ہے۔ احرام کی حالت میں رفث، فسوق اور جدال درست نہیں۔

رفث

احرام کی حالت میں اپنی بیوی سے قربت کرنا، اور اس کے مقدمات، بوسہ لینا، عورتوں کے متعلق باتیں کرنا، فحش باتیں کرنا، دبی زبان سے ایسا ذکر کرنا، اشاروں اور کنایوں میں مباشرت کے بارے میں کچھ کہنا، منکوحہ کو کہنا کہ احرام کھولنے کے بعد مباشرت کروں گا۔ چھیڑ چھاڑ کرنا، مساس کرنا، ایسے اشعار پڑھنا، یہ تمام باتیں رفث کے تحت میں آتی ہیں۔

"فحش بات" دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے ہی حرام ہے۔ وہ حج میں زیادہ حرام ہوگی — دوسرے وہ جو پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بی بی سے بےحیائی کی باتیں کرنا۔ حج میں یہ بھی درست نہیں۔" (بیان القرآن)

فسوق

اس میں سب گناہ اور نافرمانی کی باتیں آ گئیں۔

یہاں 'فسوق' سے مراد وہ کام ہیں جو احرام کی حالت میں منع ہیں۔ جیسے شکار کھیلنا، بال منڈوانا یا کترانا، ناخن لینا وغیرہ۔

(ابن کثیرؒ)

اس طرح 'بےحکمی' دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جو پہلے حرام ہے جیسے "تمام گناہ" یہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہو جاوے گی۔ دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ہو گئے جیسے خوشبو لگانا، بال کٹانا وغیرہ۔ سو حج میں یہ امور ناجائز ہوتے ہیں۔

(بیان القرآن)

جدال

آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں ایک دوسرے کو غصہ نہ دلائیں، کسی کو گالی نہ دیں، زبان سے اور ہاتھ سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائیں۔

"اسی طرح رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی بُرا ہے مگر حج میں اور زیادہ بُرا ہے۔"

(بیان القرآن)

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں۔ احرام کی نیت کرتے وقت ان تمام ارادوں کو ایک دم چھوڑنے کا عہد کریں۔ جو پیدا ہونے کے بعد سے آج تک حج کی شان کے خلاف کئے ہیں۔"

احرام کی حالت میں مندرجہ ذیل ممنوعات سے بچیں

۱- شکار کھیلنا جائز نہیں۔ شکار کے لئے دوسرے کو اشارہ کرنا یا مدد کرنا بھی منع ہے مگر دریائی شکار یعنی مچھلی کا پکڑنا جائز ہے

۲- خوشبو کا استعمال جائز نہیں پھول اور خوشبودار میوہ بھی نہ سونگھیں۔

۳- خوشبودار چیز مثلاً ورس اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کا احرام نہ باندھیں۔ مگر ایسا کپڑا دھو کر خوشبو دور کرکے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۴- بالوں کو مہندی نہ لگائیں۔

۵- سِلے ہوئے کپڑے مثلاً قمیض پائجامہ، کوٹ وغیرہ نہ پہنیں۔ نیز بُنے ہوئے کپڑے مانند بنیان، جراب وغیرہ استعمال نہ کریں۔

۶- سر پر صافہ، ٹوپی یا اور کوئی کپڑا نہ رکھیں۔

۷- جوتا ایسا پہنیں کہ پاؤں کے پُشت کی ہڈی ٹخنوں سمیت کھلی رہے۔

۸- سر اور چہرہ ننگا رکھیں۔ ان کو کسی کپڑے سے نہ ڈھانکیں۔ ٹھوڑی اور رخسارے نہ ڈھانکیں۔

۹- ناخن نہ کاٹیں۔

۱۰- داڑھی یا سارے بدن کے کسی

حصہ کے بال دور نہ کریں نہ اکھاڑیں نہ کاٹیں۔

مگر پڑبال (آنکھ کے بال) دور کرنے کی رخصت ہے۔

۱۱۔ بدن ایسی جگہ سے کھجاویں۔ جہاں سے بال نہ ٹوٹیں۔

۱۲۔ تیل نہ لگائیں۔

۱۳۔ کنگھی نہ کریں۔

۱۴۔ احرام کی حالت میں کعبۃ اللہ شریف کا غلاف سر اور چہرے کو نہ لگنے دیں۔

۱۵۔ زینت کو ترک کر دیں۔ سر گرد آلود اور بال پراگندہ رہنے دیں۔ سر نہ کھجائیں تاکہ اگر کوئی جوں ہو تو مر نہ جائے۔

۱۳۔ احرام میں جائز امور

۱۔ ہمیانی باندھنا جائز ہے۔

۲۔ سرمہ کا استعمال جو خوشبودار نہ ہو جائز ہے۔

۳۔ احرام کی چادریں پاک کرنے کی غرض سے دھونا جائز ہے۔

۴۔ خیمہ میں قیام کرنا جائز ہے۔

۵۔ چھتری کا استعمال جائز ہے

۶۔ آئینہ کا دیکھنا جائز ہے۔

۷۔ ڈاڑھ کا اکھاڑنا یا ٹوٹے ہوئے عضو کا باندھنا جائز ہے۔

۸۔ مسواک کرنا جائز ہے۔

۹۔ طہارت اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنا جائز ہے مگر میل کچیل دور کرنا مقصود نہ ہو۔

بندرگاہ جدہ شریف پر آمد

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر بجا لائیں کہ سفر بخیر و عافیت گذرا اور ارض پاک میں پہنچ گئے۔

جہاز سے اترنا

اپنا پلگرام پاس (پاسپورٹ) اپنے ہاتھ میں احتیاط سے لے لینا چاہئے کیونکہ پلگرام پاس دکھا کر اترنا ہوگا۔

نہایت مختصر اور معمولی ہلکا سامان مثلاً قرآن مجید کا تھیلا، چھتری، چھڑی، گھی کا چھوٹا ڈبہ وغیرہ ساتھ لے کر

بقیہ اداریہ ص۳ سے آگے

گذارہ ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں کچھ ملتا نہیں تھا ولکن کان یوثر علی نفسہٖ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم خرچ کے لئے بھیجا۔ اسی وقت مہاجرین کو انصار کے غربار میں تقسیم کر دیا۔ خادمہ نے آخر میں کہا کہ اگر ایک درہم رکھ لیتے تو روزہ تھا شام کو روزہ افطار کیا جا سکتا گھر میں افطاری کے لئے کچھ نہیں۔ تو فرمایا کہ اگر تو پہلے یاد دلاتی تو میں رکھ لیتی۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۴۴

۴ اتریں۔ جہاز سے اترتے ہی بس ملے گی اس پر سوار ہو کر کسٹم شیڈ میں چلے جائیں۔

دوسرا بھاری سامان مثلاً بستره ٹرنک وغیرہ جہاز میں اپنی سیٹ پر اچھی طرح باندھ کر قفل لگا کر چھوڑ دیں۔ اس سامان پر اپنا نام اور معلم کا نام لکھا ہوا ہونا ضروری ہے۔ یہ سامان حکومت کے قلی کرین کے ذریعہ جہاز سے اتارینگے پھر ٹرکوں میں لاد کر کسٹم شیڈ میں پہنچا دیں گے۔

معلّم

ہر حاجی کو معلم مقرر کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے مقرر کردہ معلم کا وکیل (ایجنٹ) آپ کو کسٹم شیڈ میں مل جائے گا۔ وہ آپ کا سامان حاجی کیمپ جدہ میں پہنچانے کا بندوبست کرے گا۔

نیز یہی وکیل حاجی کیمپ سے مکہ مکرمہ یا مدینہ شریف آپ کی حسب منشا جانے کا بس میں انتظام کریگا۔

آج کل سفر اونٹوں کے ذریعہ ختم ہو چکا ہے۔ ان کی جگہ تیز رفتار بسوں اور موٹروں نے لے لی ہے اور اب دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا ہے۔ (الحمد للہ)

۴۴ برکت سے تھا۔ اس معاشرہ نے دنیا کے تہذیب و تمدن کو ایسی شکست فاش دی کہ ان کے لئے اپنے مراکز میں بھی پناہ گاہیں میسر نہ ہو سکیں اور چند سالوں میں یہ تمام فرمان ایک حقیقت بن گئے۔ کاش کہ آج بھی مسلمان اس دعوت کو لبیک کہیں اور یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ والی زندگیوں کو اختیار کریں تو پھر ان باغوں میں بہار آ سکتی ہے اور اجڑے کھیت پھر ہرے ہو سکتے ہیں۔

بقیہ مجلس ذکر ص۴ سے آگے

دوسرا نیک عمل اللہ کی یاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق کرنا ہے۔ جو کوئی بھی سنت کے خلاف کام کرے گا۔ مردود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان انسانوں اور شیطان جنوں سے محفوظ رکھے کثرت سے اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرتؒ کے راستے پر قائم رکھے۔ اور ہمیں دین کی گاڑی کو دھکا لگانے کی توفیق عطا فرمائے اور استقامت عطا فرمائے (آمین)

غیبت کسے کہتے ہیں

ابی ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا۔ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ ذکر کرنا اپنے مسلمان بھائی کا ایسی باتوں کے ساتھ جو اس کو بری معلوم ہوں (غیبت ہے) پوچھا گیا اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے تب بھی اس کو غیبت کہا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔

حذیفہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے چغل خور جنت میں نہ جائیں گے۔

(بخاری و مسلم)

بچوں کا صفحہ

ہمدردی

رضیہ ناہید صاحبہ

جذبۂ ہمدردی ایک ایسی چیز ہے جو سنگ دل سے سنگ دل کو بھی کسی وقت آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے اس نیک جذبہ کے تحت ہی اس پُرفتن دنیا میں ہر جاندار امن کی ہوا میں سانس لیتا ہے یہی وہ جذبہ ہے جس نے بربریت کو خدا جانے ساتویں طبق میں پہنچا دیا۔ جس نے آہوں کو مسکراہٹوں کی صورت بخشی۔ اور جس نے آہوں کو دعاؤں میں تبدیل کیا۔

ہمدردی صرف انسانوں کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر جاندار کے ساتھ ہمیں نرمی و ہمدردی کرنی چاہیئے — بے زبان جانوروں کے ساتھ خاص طور پر کیونکہ جس طرح ہم میں جان ہے اور ہم تکلیف محسوس کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اسی طرح وہ بھی جاندار ہیں اور ان کے جسم بھی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ بچے پرندوں کو تنگ کرنے میں ایک لطف محسوس کرتے ہیں۔ ان کو ستاتے ہیں۔ گھونسلے گرا دیتے ہیں، انڈے اُٹھا کر ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اگر ان کے بچے ہوں تو انہیں بھی نکال لیتے ہیں۔ اور والدین ان کو اس ایذا رسانی سے نہیں روکتے، حالانکہ یہ ظلم ہے۔ اور شاید اس سے زیادہ ظلم بھی کوئی نہ ہو۔ کیونکہ وہ غریب بے زبان نہ تو ان کی شکایت کر سکتے ہیں اور نہ ان میں انتقام لینے کی سکت ہی ہوتی ہے۔ نہتے پر ہاتھ اُٹھانا بہادری نہیں سفاکی ہے۔ اور عادت جو ایک دفعہ پڑ جاتی ہے۔ وہ مٹتی نہیں بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے والدین کو شروع ہی سے اپنے بچوں کو اس عادت کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور بُری عادتوں سے باز رکھنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ جس بچے کے دل میں ایک بے زبان جانور کے لئے ہمدردی نہیں اس سے اس بات کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ وہ ملک و ملت کے لئے کارآمد ثابت ہوگا کسی غریب پر خواہ انسان ہو یا جانور یہ سمجھ کر مت ظلم کرو کہ وہ انتقام لینے کی طاقت نہیں رکھتا اور مجھے خدا نے طاقت دی ہے، کیونکہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔" ان کی خاموش آہیں جنھیں تم نہیں سن سکتے عرش بریں کو ہلا دیتی ہیں، ان کی بے آواز فریادیں دُکھے دل کی دھڑکنیں سُن کر عرش عظیم تھرّا اٹھتا ہے۔ تم ان کو ستا کر خدا کے قہر کو مت آواز دو۔

ہمارے ہادیٔ اعظمؐ نے فرمایا کہ "تم اس کے ساتھ بھی ہمدردی کرو جو تمہارا جانی دشمن ہے"۔ اور آپ نے اس ارشاد مبارک کو طائف میں عملی جامہ پہنایا۔ جبکہ ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہو رہی تھی، جسد اطہر لہولہان ہو رہا تھا۔ ایک صحابیؓ نے استدعا کی کہ یا حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں کے لئے بد دُعا کیجئے۔

اس پر سراپا ہمدردی و شفقت نے وہ گُل افشانی فرمائی جس پر ہم آج بھی فخر کرتے ہیں۔ فرمایا "مَیں دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں اللہ ان کو ہدایت دے۔ مَیں ان کے لئے بد دعا نہیں کر سکتا"۔ اور اس خُلقِ مجسّم نے (جس کے اشارے پر جنّ و ملائکہ، انسان و حیوان سر پر کفن باندھ لیں) کبھی بھی کسی کے لئے بد دعا نہ فرمائی۔ بلکہ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ نرمی و ہمدردی ہی کا سبق دیا۔ کاش ہم ان کے اعمال حسنہ اپنا سکیں۔

فتح مکہ کا موقع ہے، رات کی تاریکیوں میں کوچ کرنے والے اسلام کے جان نثار آج فاتحانہ انداز سے شہر میں داخل ہو رہے ہیں۔ دشمنوں کے دل کی دھڑکنیں انہیں ماضی سے ہمکنار کر رہی ہیں اور اپنے مظالم کو یاد کر کے اپنی قسمت کے مختلف موڑوں پر نشانات لگا رہے ہیں اور محوِ گریاں ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد تمام مجرم اُس "فاتح اعظم" (جس نے کفر پر فتح حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں کو بھی مسخر کر لیا تھا) کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں مجرموں کی آنکھیں ہیبت کی وجہ سے زمین پر لگی ہوئی ہیں اور کان اپنی جگہ پر سُن ہو چکے ہیں کہ نہ معلوم اب کیا حکم ہمارے لئے صادر ہوتا ہے لیکن اس محسن اعظم نے اب بھی انہیں کوئی سزا دینی گوارا نہ کی اور فرمایا:-

"اے کفارِ مکہ! جاؤ، مَیں تمہارے تمام قصوروں، سازشوں اور ایذا رسانیوں کو معاف کرتا ہوں۔ جاؤ تم آج سب آزاد ہو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں معاف فرمائے اور ہدایت بخشے۔

اللہ اللہ! کیا جذبۂ ہمدردی ہے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کی اُمّت میں ہونے کا آج ہم گناہگاروں کو شرف حاصل ہے۔ اور ہم اس پر فخر کرتے ہیں۔

لیکن عزیزو! افسوس کہ یہی ہمدردی جس کی ہمیں ہمارے معلّم عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً، فعلاً اور عملاً تعلیم دی تھی۔ آج ہمارے ماحول میں یونانی یا عبرانی زبان کی طرح ایک نام بن کر رہ گئی ہے جس کا مسمّیٰ نہیں ملتا اور عنقا کی طرح ایک رُوح ہے جس سے ہر ایک انسان خالی نظر آتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدام الدین ۔ لاہور ۲۰ ۶ راپریل ۱۹۶۲ء

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء